سیر وسوانح

محبوب عالم فاروقی*

امام لیث بن سعدؒ۔ حیات وخدمات (۲)

اہل علم کی نظر میں

لیث بن سعد اپنی فطری صلاحیت اور غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے آغازِ شباب میں ہی تابعین اور تبع تابعین دونوں کے علوم کے جامع بن گئے اور ہر طرف ان کے علم وفضل کا چرچا ہوگیا۔ خود ان کے شیوخ ان کے فضل وکمال کا اعتراف کرتے تھے۔ شرجیل بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے ممتاز اور معمر ائمہ حدیث کو دیکھا ہے کہ وہ لیث کے علم وفضل کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کو آگے بڑھاتے تھے، حالانکہ وہ ابھی بالکل نوجوان تھے۔ یحییٰ بن سعید ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ انہوں نے کسی بات پر ان کو ٹوکا اور پھر فرمایا کہ تم امام وقت ہو جس کی طرف نظریں اُٹھتی ہیں۔

عبداللہ بن وہب ایک عظیم محدث تھے۔ فرماتے ہیں کہ اگر لیث اور امام مالک رحمہما اللہ نہ ہوتے تو میں گمراہ ہو جاتا۔ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مصر میں تابعین کا علم لیث پر ختم ہوگیا۔ امام ابن حبان کا قول ہے کہ علم وفضل، تفقہ اور قوتِ حافظہ میں اپنے زمانہ کے ممتاز لوگوں میں تھے۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ حضرت لیث بن سعد کی امامت وجلالت شان اور حدیث وفقہ میں ان کے بلند مرتبہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور درحقیقت وہ اپنے زمانہ کے عظیم فقیہ تھے اور عالم اسلام اور مصر کے امام تھے۔

یعقوب بن داود عباسی خلیفہ مہدی کا وزیر تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب لیث بن سعد عراق آئے تو مہدی نے کہا کہ اس شیخ وقت کی صحبت اختیار کرو، اس وقت ان سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔

علم حدیث میں مقام:

ائمہ جرح وتعدیل جب کسی محدث یا امام کی توثیق یا تجریح کرتے ہیں تو اس وقت عموماً ان کے پیش نظر نہ ان کی امامت وجلالت ہوتی ہے اور نہ کوئی اور جذبہ، بلکہ ان کے سامنے روایت ودرایت کے وہ اصول ہوتے ہیں جن کو انہوں نے کتاب وسنت سے اخذ کر کے تحدیث وروایت کی اساس قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات بڑے بڑے ائمہ کی مرویات پر ان کو جرح کرنا اور ان کو رد کردینا پڑتا ہے اور بہت سے کم درجہ محدثین کی روایتوں کو قبول کرلینا اور ان کی

* ایم فل اسکالر شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

توثیق کرنی پڑتی ہے، اس لیے علم حدیث میں کسی امام ومحدث کے درجہ کی تعیین کرنے میں ان کے اقوال وآراء سے بڑی مدد ملتی ہے اور اُن کی روشنی میں ان کے علم وفضل کے خط وخال بھی بخوبی نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے جن ائمہ نے حدیث کی تدوین وترتیب اور اس کی حفاظت میں حصہ لیا ہے، ان کے سوانح حیات میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

علم حدیث میں امام لیث بن سعد کی حیثیت مسلم ہے۔ حدیث کی کوئی متداول کتاب نہیں ملے گی جس میں لیث بن سعد کی مرویات نہ موجود ہوں۔ ان سے سماع حدیث کو بڑے بڑے ائمہ اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ امام لیث بن سعد روایت حدیث میں حد درجہ محتاط تھے۔ ابوالزبیر ان کے مشائخ حدیث میں تھے، مگر وہ جن روایتوں میں تدلیس کرتے تھے، اُن روایتوں کی تحدیث کو لیث ترک کر دیتے تھے۔ اس وجہ سے محدثین نے لکھا ہے کہ ابوالزبیر کی وہ مرویات جو لیث سے مروی ہیں، بہت زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ غیر معمولی ذہانت اور قوتِ حافظہ کے باوجود وہ تحدیث روایت میں کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ جو روایتیں ان کے یہاں لکھی ہوتی تھیں، انہیں بھی خود اپنی زبان سے روایت کرتے تھے۔ بہت سے محدثین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی مرویات کی دوسروں کے ذریعے تحدیث کراتے تھے۔ ان کے صاحبزادے شعیب کا بیان ہے کہ ایک بار تلامذہ نے ان سے پوچھا کہ آپ بسا اوقات ایسی روایتیں بھی بیان کر دیتے ہیں جو آپ کے مرتب کردہ مجموعوں میں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ جو کچھ میرے سینے میں محفوظ ہے، وہ سب اگر سفینوں میں منتقل کر دیا جاتا تو ایک سواری کا بوجھ ہو جاتا۔

حدیث کی روایت اور اس کی حفاظت میں جو مقام ان کو حاصل تھا، اس کا اعتراف تمام ممتاز اہل علم اور ائمہ جرح وتعدیل نے کیا ہے۔ امام احمد ابن حنبل فرماتے تھے کہ لیث کثیر العلم اور صحیح الحدیث تھے۔ امام ابوداود کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ مصر میں صحیح احادیث کی روایت اور ان کے حفظ واتقان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ اس مرتبہ میں عمرو بن حارث ان سے کچھ قریب تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ فلاں نے ان کی تضعیف کی ہے۔ فرمایا کہ میں نہیں جانتا، جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین ان کو ثقہ کہتے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ لیث اور ابن ابی ذہب میں کس کو حدیث کا محافظ پاتے ہیں؟ فرمایا: دونوں کو۔ پھر کہا کہ یزید بن حبیب کی مرویات میں ان کا درجہ محمد بن اسحاق سے بلند ہے۔ ایک شخص نے ابن معین سے پوچھا کہ حضرت نافع سے جو احادیث انہوں نے روایت کی ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا نہایت ہی صالح اور قابل وثوق ہیں۔ امام علی ابن المدینی کا قول ہے کہ لیث ثقہ اور قابل اعتماد تھے۔ اسی طرح عجلی، نسائی، ابوزرعہ، یعقوب بن ابی شیبہ جیسے ائمہ حدیث نے ان کی توثیق کی ہے۔

فقہ میں مقام ومرتبہ:

علم فقہ اب ایک مخصوص فن بن گیا ہے، مگر دوسری صدی کے نصف تک یہ کوئی مرتب ومدون فن نہیں تھا اور نہ حلقے

اور مدارسِ فقہ قائم ہوئے تھے، بلکہ جن ارباب علم میں ملکہ اجتہاد تھا، وہ ضرورت کے مطابق کتاب وسنت سے اجتہاد کیا کرتے تھے۔قریب قریب ہر اسلامی ملک میں دو چار ایسے ائمہ مجتہدین موجود تھے جو حالات وضرورت کے مطابق پیش آمدہ مسائل کا جواب دیا کرتے تھے۔جس شخص کو جس امام پر اعتماد ہوتا تھا، وہ اس کے مجتہدات پر عمل کر لیتا تھا۔

لیث بن سعد کے زمانہ میں ایک طرف عراق اور شام میں امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ کے مجتہدات کا چرچا تھا تو دوسری طرف حجاز میں امام مالک کے تفقہ واجتہاد کا غلغلہ تھا۔ابھی مصر کی سرزمین میں کوئی ممتاز مجتہد نہیں پیدا ہوا تھا۔ لیث بن سعد کے وجود سے یہ کمی پوری ہوگئی۔ان میں پورا ملکہ اجتہاد موجود تھا اور انہوں نے بے شمار مسائل قرآن وسنت سے مستنبط کیے، مگر افسوس کہ دوسرے ائمہ کی طرح ان کے استنباطات اور مجتہدات مدون ومرتب نہیں ہو سکے جس کی وجہ سے نہ تو ان کو شہرت ہی ہو سکی اور نہ ان کے فقہ واجتہاد کا عام چرچا ہی ہو سکا۔تفقہ واجتہاد میں ان کا جو مرتبہ تھا، اس کا اندازہ ائمہ محدثین ومجتہدین کے اقوال سے بخوبی ہو سکتا ہے۔امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لیث بن سعد آثار واحادیث کے لیے تفقہ کے اعتبار سے امام مالک سے زیادہ نافع تھے۔ان ہی کا قول ہے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے، لیکن ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا۔اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح امام مالک کی فقہ کی تدوین کی گئی، اس طرح لیث کے شاگردوں نے ان کی فقہ کی نہیں کی۔

یحییٰ بن بکیر کہا کرتے تھے کہ لیث امام مالک سے افقہ تھے (مگر شہرت وعظمت) ان کے حصہ میں آئی۔مشہور محدث ابن وہب کی مجلس میں لیث بن سعد کے مستنبط مسائل پیش کیے گئے تو ایک دن ایک مسئلہ پر حاضرین نے بڑی تحسین کی اور کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لیث، امام مالک سے سن کر جواب دیتے ہیں۔اس پر ابن وہب بولے یہ نہ کہو، بلکہ یہ کہو کہ امام مالک، لیث سے سن کر جواب دیتے ہیں۔میں بخدا کہتا ہوں کہ میں نے لیث سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔یہ ذہن میں رہے کہ ابن وہب امام مالک کے خاص تلامذہ میں ہیں، اس لیے ان کا بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اسی تفقہ واجتہاد کی وجہ سے عباسی خلیفہ منصور ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔مصر میں قضاۃ کا تقرر بغیر ان کی مرضی کے نہیں ہوتا تھا۔منصور نے یہ بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ مصر کی امارت قبول کر لیں، مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔بعض تذکروں میں ہے کہ یہ مصر کے قاضی بنا دیے گئے تھے، مگر بعض قرائن کی بنا پر یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔کمالِ تفقہ کے باوجود جب اُن کو کوئی مسئلہ نہیں معلوم ہوتا تھا تو وہ دوسرے اہل علم سے دریافت کرنے میں تکلف محسوس نہیں کرتے تھے۔ایک بار آپ ایک مسجد سے نکلے تو یحییٰ بن ایوب ادھر سے گزر رہے تھے۔ان کو روکا اور کسی مسئلہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔وہ جواب دے کر واپس چلے گئے۔گھر پہنچ کر انہوں نے اس احسان کا بدلہ یہ چکایا کہ ایک ہزار دینار ان کو ہدیۃً بھیج دیے۔

امام لیث بن سعد کا منہج استنباط

امام لیث بن سعد کے منہج استنباط کے بارے میں جناب ڈاکٹر رواس قلعہ جی ''موسوعہ فقہ اللیث بن سعد'' میں لکھتے

ہیں کہ مدینہ میں اصحاب الحدیث تھے اور عراق میں اصحاب الرائے۔ امام لیث بن سعد کا تعلق فقہائے اہل الرائے سے تھا جو نصوص کے الفاظ اور ظاہر پر اصرار کرنے کے بجائے شارع کے مقاصد پر زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ امام لیث نے علم فقہ امام مالک سے سیکھا تھا اور ابتدا میں انھی کے مذہب پر عمل کرتے تھے، تاہم بہت جلد انھوں نے اجتہادی شان پیدا کر لی اور خود اپنے فہم سے مسائل میں رائے قائم کرنے لگے، یہاں تک کہ بعض مسائل میں ان کی رائے دیگر تمام ائمہ فقہ کی رائے سے مختلف ہوتی تھی۔

امام ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں مختلف مقامات پر امام لیث بن سعد کے جو استنباطات نقل کیے ہیں، ان میں سے بعض کا یہاں بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ امام اللیث بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے 40 یا 45 سال سے قنوت نہیں پڑھی ہے سوائے ت؟ ایک امام کے پیچھے جو قنوت پڑھا کرتے تھے۔ امام لیث فرماتے ہیں کہ میں نے وہ حدیث مضبوطی سے پکڑ لی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک ماہ یا چالیس دن ایک قوم کے حق میں اور کسی دوسری قوم کے خلاف دعا فرمائی یہاں تک کہ اللہ تعالی کی طرف سے یہ عتاب نازل ہوا:

لیس لک من الامر شیء او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون

ترجمہ: اے پیغمبر! فیصلے کے اختیارات میں آپ کا کوئی حصہ نہیں ہے، اللہ کو اختیار ہے چاہے ان کو معاف کر دے یا چاہے ان کو سزا دے اس لیے کہ بلاشبہ وہ ظالم ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد قنوت کو چھوڑ دیا تھا۔ پھر اس کے بعد دنیا سے چلے جانے تک آپ نے قنوت نہیں پڑھی۔ امام لیث کہتے ہیں کہ جب سے مجھے یہ حدیث ملی ہے، میں نے قنوت نہیں پڑھی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ کا یہی مذہب ہے۔

۲۔ نماز استسقاء میں خطبہ، نماز سے پہلے ہے یا نماز کے بعد؟ امام مالک اور امام شافعی اسے عیدین پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خطبہ نماز کے بعد ہے مگر امام لیث کے نزدیک خطبہ نماز سے پہلے ہوگا۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی اور نماز سے پہلے خطبہ دیا اور حضرت عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسی طرح دعا کے دوران چادر پلٹنے کے بارے میں بھی ان کا اختلاف ہے کہ مقتدی اپنی چادر نہیں پلٹیں گے کیونکہ یہ منقول نہیں ہے۔ یہ قول محمد بن الحسن، امام لیث اور اصحاب مالک کا ہے۔

۳۔ علماء کا اتفاق ہے کہ مرد مردوں کو غسل دیں گے اور عورتیں عورتوں کو غسل دیں گی۔ تاہم اگر کوئی عورت مر جائے اور غسل دینے کے لیے کوئی عورت موجود نہ ہو یا کوئی مرد مر جائے اور غسل دینے کے لیے کوئی مرد موجود نہ اس میں تین اقوال ہیں۔ فقہائے ایک گروہ نے کہا ہے کہ ایسے مرد یا عورت کو کپڑے کے اوپر سے غسل دے دیا جائے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ایسے مرد یا عورت کو صرف تیمّم کروا دیا جائے۔ یہ قول جمہور علماء اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا ہے۔ جبکہ امام لیث بن سعد کا کہنا ہے کہ نہ غسل دیا جائے اور نہ تیمم کرایا جائے، بلکہ بغیر غسل کے ان کو دفن کر دیا جائے۔

۴۔شک کے دن میں روزہ رکھنے کے بارے میں امام لیث بن سعد کا انفراد یہ ہے کہ اگر آدمی اس نیت سے روزہ رکھ لے کہ آج رمضان ہے اور بعد میں ثابت ہو جائے کہ واقعی رمضان شروع ہو گیا ہے تو یہ روزہ اسے کفایت کرے گا۔

۵۔سمندری جانوروں کے حلال ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، سوائے ان جانوروں کے جو خشکی کے حرام جانوروں کے مشابہ ہیں۔ امام مالک کا قول ہے کہ سمندر کے تمام جانوروں کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ انہوں نے سمندر میں پائے جانے والے سور کو مکروہ کہا ہے۔ یہی ابن ابی لیلیٰ، مجاہد، اوزاعی اور جمہور علماء کا مسلک ہے، البتہ بعض علما مچھلی کے علاوہ باقی جانوروں کو ذبح کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ امام لیث بن سعد کہتے ہیں کہ سمندر کے آدمی اور خنزیر کو کھانا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ ابن رشد لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ لغت اور شریعت کی رو سے خنزیر اور انسان کا پانی کے خنزیر اور پانی کے انسان پر اطلاق ہوتا ہے کہ نہیں؟ اس بحث کا اطلاق ہر اس بحری جانور پر ہوگا جو لغوی اور عرفی طور پر اس بری جانور سے مشابہ ہو جسے حرام کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میں نے اختلاف ائمہ پر نظر ڈالی تو سوائے ایک مسئلہ کے، لیث بن سعد کو کسی دوسرے مسئلہ میں صحابہ وتابعین سے الگ نہیں پایا۔ وہ مسئلہ جس میں وہ منفرد تھے، یہ ہے کہ وہ مری ہوئی ٹڈی کے کھانے کو حلال نہیں سمجھتے، حالانکہ اس کی تحریم کا کوئی قائل نہیں ہے۔

دیگر علوم وفنون:

حدیث وفقہ کے علاوہ دوسرے علوم میں بھی انہیں دستگاہ حاصل تھی۔ یحییٰ بن بکیر کا قول ہے کہ میں نے لیث سے زیادہ جامع آدمی نہیں دیکھا۔ وہ مجسم فقیہ تھے، ان کی زبان خالص عربی تھی، قرآن نہایت ہی اچھا پڑھتے تھے، نحو میں بھی درک تھا اور اشعار عرب اور حدیث کے حافظ تھے، بات چیت بھی بہت عمدہ کرتے تھے۔

یہی قول امام نووی نے امام احمد بن حنبل کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

تصانیف

افسوس ہے کہ امام لیث بن سعد کی مرویات اور ان کے فتاویٰ ومجتہدات باقاعدہ مدون نہیں کیے گئے؛ ورنہ ان کے علم وفضل کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہوتا۔ اب بھی اگر احادیث وفقہ کی کتابوں سے ان کی مرویات اور ان کے اقوال وفتاویٰ کو الگ کر لیا جائے تو حدیث وفقہ کا ایک اچھا خاصا گلدستہ اس سے تیار کیا جا سکتا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ کثیر التصانیف تھے۔ تذکروں میں ان کی جن تحریری یادگاروں کا ذکر ملتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔کتاب التاریخ۔

۲۔کتاب المسائل فی الفقہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں تو ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا، مگر الرحمۃ الغیثیۃ میں لکھا ہے کہ میں نے ان کی مرویات کا وہ مجموعہ دیکھا ہے جو حضرت نافع کے واسطہ سے مروی ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں لیث بن سعد

کی روایات کردہ چالیس ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جو ان تک صرف آٹھ واسطوں سے پہنچی ہیں۔ ایسی روایات جو کم سے کم راویوں کے ذریعے مروی ہوں، ان کو محدثین کی اصطلاح میں عوالی حدیث کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی تک ان کی مرویات کے بعض مجموعے متداول تھے۔

دارِفانی کی طرف روانگی:

اس مجسمہ حسن وخوبی اور مجموعہ فضل وکمال نے نصف شعبان بروز جمعہ سنہ ۱۷۵ھ کو وفات پائی اور جمعہ کی نماز کے بعد مصر کے ممتاز قبرستان قرافہ صغریٰ میں، جس میں نہ جانے کتنے گنج ہائے گراں مایہ مدفون ہیں، سپردِ خاک کیے گئے۔ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنازہ میں بے شمار مجمع تھا؛ مگر پورا مجمع اس طرح پیکر غم بنا ہوا تھا کہ گویا یہ ہر شخص کے گھر کی میت ہے۔ خالد بن عبدالسلام صدفی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد عبدالسلام کے ساتھ جنازہ میں شریک تھا۔ میں نے ایسا عظیم الشان جنازہ نہیں دیکھا۔ پورا مجمع پیکر غم بنا ہوا تھا۔ ہر ایک دوسرے سے اظہارِ تعزیت کر رہا تھا۔ غم کا یہ عالم دیکھ کر میں نے اپنے والد سے کہا کہ مجمع کا ہر شخص ایسا غم زدہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ جنازہ اسی کے گھر کا ہے۔ والد نے کہا کہ بیٹا! یہ ایسے جامع فضل وکمال عالم تھے کہ شاید تمہاری آنکھیں پھر ایسا عالم نہ دیکھیں۔

امام لیث جیسی جلیل القدر شخصیت تاریخ کے گوشہ گمنامی کا حصہ بن چکی ہے۔ اس مضمون میں ان کا مختصر تعارف پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ تاریخ وسیرت کی کتابوں سے مواد جمع کر کے ان کی سیرت وحالات کا جامع مرقع مرتب کیا جائے اور علم حدیث وعلم فقہ میں ان کی خدمات کا تفصیلی احاطہ کیا جائے۔

مقالاتِ ایوبی

رشحات قلم: مولانا قاضی محمد رویس خان ایوبی

چند عنوانات: ○ منافع خوری کی حد اسلامی نقطہ نظر سے ○ عدالتی فسخ نکاح کی شرعی حیثیت ○ زنا غیر مستوجب حد میں مجرم کو تعزیری سزا ○ عوامی مفاد کے لیے قبرستان اور مسجد کی جگہ کا استعمال ○ واقعہ کربلا تاریخ کے آئینے میں ○ طلبہ کے سوالات واشکالات اور ارباب مدارس کا رویہ

ناشر: الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ

صفحات: ۲۴۶۔ قیمت: ۲۵۰ روپے